عیدالاضحی اور قربانی—احکام وآداب

عبیداللہ طاہر فلاحی 29/08/2016

MAZAMEEN.COM

ماہِ ذی الحجہ کے دسویں دن دنیا بھر کے مسلمان عیدالاضحی کا تہوار مناتے ہیں۔ یہ دن دراصل اس عظیم قربانی کی یادگار ہے جو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے اطاعت وفرماں برداری کا اعلیٰ نمونہ بن کر اپنے رب کے حضور پیش کی تھی۔[دیکھیں: الصافات:100-111] اس بے مثال قربانی کے ذریعے اعلان کیا جاتا ہے کہ اہلِ ایمان کے پاس جان ومال کی جو بھی متاع وسرمایہ ہے وہ اِسی لیے ہے کہ خدا کے اشارے پر اسے قربان کر دیا جائے۔ جانوروں کی گردن پر چھری پھیرنا اور ان کا خون بہانا دراصل اِس بات کا عہد ہے کہ اے پروردگار! جس طرح تیری رضا کے لیے ہمارے نزدیک جانوروں کا خون اَرزاں ہے، اسی طرح ہماری جانیں بھی اَرزاں ہیں۔

عہدِ جاہلیت میں لوگ قربانی کرکے اس کا گوشت بیت اللہ کے سامنے لاکر رکھتے اور اس کا خون بیت اللہ کی دیواروں پر لتھیڑتے تھے۔ قرآن نے بتایا کہ خدا کو تمہارے گوشت اور خون کی ضرورت نہیں، اس کے یہاں تو وہ جذبات پہنچتے ہیں جو ذبح کرتے وقت تمہارے دلوں میں موجزن ہوتے ہیں:

{لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ} [الحج:37]

" نہ ان کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں نہ خون، مگر اسے تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔"

یعنی قربانی گوشت اور خون کا نام نہیں، بلکہ اس حقیقت کا نام ہے کہ ہمارا سب کچھ اللہ کے لیے ہے اور اسی کی راہ میں قربان کیا جائے گا۔

{قُلۡ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحۡيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ} [الأنعام: 162]

" کہو! میری نماز، میرے تمام مراسمِ عبودیت، میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔"

عید کا دن یقیناً شکر گزاری اور اظہارِ فرحت و مسرت کا دن ہے، لیکن عید صرف نئے کپڑے پہننے اور اپنی شان و شوکت کے اظہار کا نام نہیں ہے۔ عید کی بھی کچھ سنتیں اور آداب ہیں۔ اِس وقت جبکہ ذوالحجہ کا مہینہ ہم پر سایہ فگن ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عیدالاضحی اور قربانی کے احکام وآداب پر کچھ گفتگو کی جائے، تاکہ ہم میں سے ہر ایک عیدالاضحی کے فوائد و برکات کو حاصل کر سکے۔

عیدالاضحی کے احکام وآداب

(1) ذی الحجہ کے ابتدائی دنوں کی فضیلت:

:حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

"ما من أیام العمل الصالح فیھن أحب إلی اللہ من ھذہ الأیام العشر، قالوا: یا رسول اللہ ﷺ ولا الجھاد في سبیل اللہ؟ فقال رسول اللہ ﷺ: ولا الجھاد في سبیل اللہ، إلا رجل خرج بنفسه وماله فلم یرجع من ذلك بشيء"۔ [صحیح بخاری969، سنن ترمذی757، علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے، الفاظ سنن کے ہیں۔]

"ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں کے مقابلے میں کوئی اور ایام ایسے نہیں ہیں جن میں نیک اعمال اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہوں، صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا جہاد فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ محبوب ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا: ہاں، جہاد فی سبیل اللہ بھی اتنا محبوب نہیں ہے، البتہ وہ شخص جو اپنی جان و مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں نکلے، اور سب کچھ لٹا دے (تو اس کا معاملہ دوسرا ہے)۔ "

:ذی الحجہ کے ابتدائی دنوں میں تکبیر کہنا (2)

امام بخاری نے اپنی کتاب میں تعلیقاً ذکر کیا ہے کہ "حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں بازار جاتے تو تکبیر کہتے، اور ان کے ساتھ دوسرے لوگ بھی تکبیر کہتے۔" [صحیح بخاری، باب فضل العمل فی ایام التشریق]

: شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں

جمہور سلف، فقہائے صحابہؓ اور ائمہ مجتہدین کا مسلک یہ ہے کہ یوم عرفہ کی فجر سے ایامِ تشریق کے آخری دن تک ہر نماز کے بعد تکبیر ”کہی جائے۔ نیز نمازِ عید کے لیے نکلتے وقت ہر شخص بلند آواز سے تکبیر کہے۔“ [مجموع فتاویٰ : 24،220]

یعنی 9، ذی الحجہ کی فجر سے 13، ذی الحجہ کی عصر تک ہر نماز کے بعد تکبیر کہی جائے۔

تکبیر کے الفاظ :

شریک فرماتے ہیں کہ میں نے ابو اسحاق سے پوچھا کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تکبیر کیسے کہتے تھے ؟ تو انہوں نے کہا کہ دونوں کہا کرتے تھے :

”اللہ أکبر، اللہ أکبر، لا إلہ إلا اللہ، واللہ أکبر، اللہ أکبر، وللہ الحمد“۔ [مصنف ابن ابی شیبہ 5653، صحیح]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ان الفاظ میں تکبیر کہا کرتے تھے :

”اللہ أکبر، اللہ أکبر، وللہ الحمد، اللہ أکبر وأجلّ، واللہ أکبر علی ما ھدانا“۔ [السنن الکبری للبیہقی 6280، صحیح]

نوٹ: تکبیر کے ان الفاظ اور دیگر ثابت شدہ الفاظ میں سے کسی کو بھی اختیار کیا جاسکتا ہے۔

(3) یومِ عرفہ کے روزے کی فضیلت:

9 ذی الحجہ کو یومِ عرفہ کہا جاتا ہے۔ اس دن حجاجِ کرام میدانِ عرفات میں وقوف کرتے ہیں۔ اس دن وہاں حاجیوں کے لیے روزہ رکھنا ممنوع ہے، البتہ غیر حاجیوں کے لیے اس دن کا روزہ انتہائی فضیلت کا حامل ہے۔ حضرت ابو قتادہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ سے عرفہ کے دن کے روزے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا:

"أحتسب على الله أن يكفر السنة التي قبله، والسنة التي بعده۔" [صحیح مسلم 1162:196]

"مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ پچھلے سال اور آنے والے سال کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔"

(4) عید کے لیے غسل کرنا اور عمدہ کپڑا پہننا:

حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ ''حضرت عبداللہ بن عمرؓ عیدالفطر کے دن عیدگاہ جانے سے قبل غسل کرتے تھے''۔[موطاامام مالک:1،177]

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت نافعؒ سے دریافت کیا گیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا عید کے دن کیا معمول تھا؟ تو انہوں نے فرمایا: ''وہ امام کے ساتھ فجر کی نماز پڑھتے، پھر گھر واپس آتے اور غسل فرماتے، اور عمدہ ترین لباس زیب تن فرماتے، اور سب سے اچھی خوشبو لگاتے، پھر عیدگاہ کے لیے نکلتے۔'' [مسند الحارث 207، حسن]

علامہ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں :

''مستحب یہ ہے کہ عید کے دن غسل کرے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ عیدالفطر کے دن غسل کرتے تھے۔ یہ عمل حضرت علیؓ سے بھی منقول ہے۔'' [المغنی:3،256]

(5) بغیر کچھ کھائے عیدگاہ جانا:

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں :

''كان النبي ﷺ لا يخرج يوم الفطر حتى يطعم، ولا يطعم يوم الأضحى حتى يصلي''، [سنن ترمذی 542، صحیح]

اللہ کے رسول ﷺ عیدالفطر کے دن عید گاہ کے لیے نہیں نکلتے تھے یہاں تک کہ کچھ کھالیں،اور عیدالاضحی کے دن کچھ نہیں " " کھاتے تھے یہاں تک کہ نمازِ عید ادا کر لیں۔

:دوسری روایت میں ہے

کان رسول اللہ ﷺ لا یغدو یوم الفطر حتی یأکل، ولا یأکل یوم الأضحی حتی یرجع، فیأکل من أضحیتہ "، [مسند امام احمد 22984، " حسن]

اللہ کے رسول ﷺ عیدالفطر کے دن عید گاہ کے لیے نہیں نکلتے تھے یہاں تک کہ کچھ کھالیں،اور عیدالاضحی کے دن کچھ نہیں " " کھاتے تھے یہاں تک کہ واپس آجائیں، پھر اپنی قربانی کا گوشت تناول فرماتے۔

البتہ اگر عید گاہ جانے سے قبل کچھ کھالیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔اس لیے کہ ابو بردہؓ بن نیار نے نماز سے قبل قربانی کر دی،اور نماز کے لیے نکلنے سے قبل اس کا گوشت تناول فرمالیا، تو نبی کریم ﷺ نے ان کے کھالینے پر نکیر نہیں فرمائی، البتہ انہیں دوسرا جانور قربان کرنے کا حکم دیا۔[صحیح بخاری 955]

:عیدین کی نماز کے لیے عید گاہ جانا (6)

: حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں

[889کان رسول اللہ ﷺ یخرج یوم الفطر والاضحی الی المصلی''۔[صحیح بخاری956، صحیح مسلم ''

۔''اللہ کے رسول ﷺ عیدالفطر اور عیدالاضحی کے دن عید گاہ جاتے تھے ''

نوٹ: مسنون اور افضل یہی ہے کہ عید کی نماز شہر سے باہر عید گاہ میں جا کر ادا کی جائے، البتہ اگر بارش ہو رہی ہو یا کوئی دوسرا عذر ہو تو عید کی نماز مسجد میں ادا کی جاسکتی ہے۔

: عید گاہ پیدل جانا (7)

: حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں

[کان رسول اللہ ﷺ یخرج الی العید ماشیا، ویرجع ماشیا''۔[سنن ابن ماجہ 1295، حسن''

۔"اللہ کے رسول ﷺ عید گاہ پیدل جاتے اور پیدل واپس آتے"

نوٹ: عید گاہ پیدل جانا مسنون اور افضل ہے، البتہ اگر عید گاہ دور ہو، یا کوئی عمر دراز آدمی ہو جسے پیدل جانے میں مشقت ہو، یا بیمار ہو، یا کوئی اور عذر ہو تو سواری پر عید گاہ جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔[دیکھیں: المغنی 3،262]

(8) عید گاہ آنے اور جانے کا راستہ تبدیل کرنا:

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں:

"کان النبی ﷺ إذا کان یوم عید خالف الطریق"۔[صحیح بخاری 986]

"نبی کریم ﷺ عید کے دن عید گاہ آنے جانے کا راستہ تبدیل فرماتے تھے۔"

(9) عیدین کی نماز کا تاکیدی حکم:

حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں:

أمرنا رسول اللهﷺ أن نخرجهن في الفطر والأضحى، العواتق والحيض وذوات الخذور، فأما الحيض فيعتزلن الصلاة، ويشهدن الخير ودعوة"
المسلمين، قلت: يارسول اللهﷺ إحدانا لا يكون لها جلباب، قال: لتلبسها أختها من جلبابها"۔[صحیح مسلم 890:12]

اللہ کے رسولﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم عیدالفطر اور عیدالاضحی میں نوجوان، ماہواری میں مبتلا اور پردہ نشین خواتین کو لائیں، "
البتہ ماہواری میں مبتلا خواتین نماز نہ پڑھیں، بلکہ مسلمانوں کے ساتھ دعائے خیر میں شریک ہوں۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے
" رسولؐ! اگر ہم میں سے کسی کے پاس جلباب نہ ہو تو؟ آپؐ نے فرمایا: اس کی سہیلی اسے اپنے جلباب میں لے لے۔

(10) عیدالاضحی کی نماز کا وقت:

جب سورج ایک نیزے کے بقدر بلند ہو جائے تب اس کا وقت شروع ہوتا ہے اور زوال تک رہتا ہے، البتہ عیدالاضحی کی نماز جلدی
پڑھنی چاہیے۔ علامہ ابن القیمؒ فرماتے ہیں:

"اللہ کے رسولﷺ عیدالفطر کی نماز تاخیر سے پڑھتے تھے، اور عیدالاضحی کی نماز جلدی۔" [زادالمعاد 1/425]

اس لیے امام کو چاہیے کہ وہ عیدالاضحی کی نماز جلدی پڑھائے، تاکہ لوگ جلد از جلد قربانی کر سکیں۔

(11) عیدین کی نماز کے لیے اذان واقامت کا حکم:

حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں :

"صلیت مع رسول اللہ ﷺ العیدین، غیر مرة ولا مرتین، بغیر أذان ولا إقامة"۔[صحیح مسلم 887]

" میں نے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ بارہا عیدین کی نماز بغیر اذان واقامت کے پڑھی۔"

(12) عیدین کی نماز کے ساتھ نفل نماز کا حکم:

نمازِ عید سے قبل اوراس کے بعد کوئی نفل نماز نہیں پڑھی جائے گی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں :

"أن رسول اللہ ﷺ خرج یوم أضحی، أو فطر، فصلی رکعتین، لم یصل قبلھا ولا بعدھا"۔[صحیح مسلم 884، صحیح بخاری 964، 989، 1431]

نبی کریم ﷺ عید الاضحی یا عید الفطر کے دن عید گاہ آئے، اور دو رکعت (عید کی) نماز پڑھی، آپ ﷺ نے نہ اس سے قبل کوئی (نفل) نماز پڑھی اور نہ اس کے بعد۔ "

: عیدین کی رکعات کی تعداد (13)

: حضرت عمرؓ فرماتے ہیں

" صلاۃ السفر رکعتان، وصلاۃ الجمعۃ رکعتان، والفطر والاضحی رکعتان، تمام غیر قصر، علی لسان محمد ﷺ "۔ [سنن ابن ماجہ 1064، صحیح]

" سفر کی نماز دو رکعتیں ہیں، جمعہ کی نماز دو رکعتیں ہیں، فطر اور اضحی کی نماز دو رکعتیں ہیں، (اِن نمازوں کی یہ دو رکعتیں) مکمل ہیں، قصر نہیں۔ اور اللہ کے رسول ﷺ کی زبان سے ہیں "۔

: عیدین کی نماز میں تکبیراتِ زوائد کی تعداد (14)

: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں

”أن رسول اللہ ﷺ کان یکبر فی الفطر والأضحی، فی الأولی سبع تکبیرات، وفی الثانیۃ خمسا“۔[سنن ابوداود 1149، سنن ابن ماجہ 1280، حسن]

”اللہ کے رسول ﷺ عید الفطر اور عید الاضحی میں پہلی رکعت میں ساتھ تکبیریں کہتے، اور دوسری رکعت میں پانچ“۔

علقمہ اور اسود فرماتے ہیں :

”أن ابن مسعودؓ کان یکبر فی العیدین تسعا تسعا، أربعا قبل القراءۃ، ثم کبر فرکع، وفی الثانیۃ یقرأ، فإذا فرغ کبر أربعا، ثم رکع“۔[مصنف عبد الرزاق 5686، صحیح]

”حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ عیدین میں نو نو تکبیریں کہتے، (پہلی رکعت میں) قراءت سے پہلے چار تکبیریں کہتے، پھر (قراءت کے بعد) تکبیر کہہ کر رکوع کرتے، اور دوسری رکعت میں قراءت کرتے، اور جب اس سے فارغ ہوتے تو چار تکبیریں کہتے، پھر رکوع کرتے“۔

نوٹ: پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے کی چار تکبیروں میں تکبیرِ تحریمہ شامل ہے، اور دوسری رکعت میں قراءت کے بعد کی چار تکبیروں میں تکبیرِ رکوع شامل ہے، اس طرح ہر رکعت میں تکبیراتِ زوائد تین تین ہوئیں۔

علامہ البانیؒ فرماتے ہیں'' صحیح بات یہ ہے کہ تکبیراتِ عیدین کے معاملے میں بڑی گنجائش ہے، جو چاہے چار چار کہے، اور جو چاہے پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ کہے۔ یہ سب جائز ہے، اور ان میں سے جس پر بھی عمل کرلے تو سنت کے مطابق عمل کیا۔ تعصب اور فرقہ بندی کی کوئی ضرورت نہیں۔ گرچہ سات اور پانچ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے، کیونکہ اس کی روایتیں زیادہ ہیں''۔[سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ 6، 1263، 1264]

تکبیراتِ زوائد میں ہاتھ اٹھانا مستحب ہے۔[المغنی 3، 272]

تکبیراتِ زوائد سنت ہیں، انہیں جان بوجھ کر یا بھول کر ترک کر دینے سے نماز باطل نہیں ہو گی۔[المغنی 3، 275]

(15) نماز کے بعد خطبہ:

سنت یہ ہے کہ عیدین کا خطبہ نماز کے بعد ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں :

''شھدت العید مع رسول اللہ ﷺ، وأبي بکر وعمر وعثمان رضي اللہ عنھم، فکلھم کانوا یصلون قبل الخطبۃ''۔[صحیح بخاری 962، صحیح مسلم 1:884]

میں نے اللہ کے رسول ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ساتھ عید کی نماز پڑھی، یہ تمام حضرات خطبہ ” “ سے پہلے نماز پڑھتے تھے۔

:عید کی مبارک باد دینا (16)

محمد بن زیادؒ فرماتے ہیں: ”میں حضرت ابوامامہ باہلیؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے ساتھ رہا ہوں، یہ حضرات جب نمازِ عید سے لوٹتے تو ایک دوسرے سے کہتے: ”تقبل اللہ منّا ومنک“ (اللہ تعالیٰ ہماری اور آپ کی عبادات قبول فرمائے)۔“ [الجوہر النقی 3،320،امام احمدؒ نے اس کی سند کو عمدہ قرار دیا ہے۔]

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ سے عید کی مبارک باد دینے کے بارے میں استفسار کیا گیا، تو آپ نے فرمایا: ”نمازِ عید کے بعد ”تقبل اللہ منّا ومنکم“ (اللہ تعالیٰ ہماری اور آپ کی عبادات قبول فرمائے) اور ”أحال اللہ علیک“ (اللہ یہ مبارک دن بار بار آپ کی زندگی میں لائے) جیسی دعاؤں کے ذریعے مبارک باد دینا بعض صحابہ کرامؓ سے نقل ہوا ہے، اور امام احمدؒ وغیرہ ائمہ کرامؒ نے اس کی اجازت دی ہے۔“ [مجموع فتاویٰ 24،253] چنانچہ ان کلمات اور ان کے علاوہ دیگر کلمات اور دعاؤں سے ایک دوسرے کو مبارک باد دی جاسکتی ہے، بشرطیکہ خلافِ شرع نہ ہوں۔

قربانی کے مسائل

:ذی الحجہ کا چاند نکلنے کے بعد بال اور ناخن کاٹنے کا حکم (1)

جو شخص قربانی کاارادہ کرلے اس کے لیے مسنون ہے کہ ذی الحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد قربانی کا جانور ذبح کرنے تک نہ اپنے بال کاٹے اور نہ ناخن کتروائے۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من کان لہ ذبح یذبحہ، فإذا أھل ھلال ذي الحجۃ، فلا یأخذن من شعرہ ولا من أظفارہ شیئا، حتی یضحي"۔ [صحیح مسلم 1977]

"جس کا قربانی کرنے کاارادہ ہو وہ ذی الحجہ کا چاند نکلنے کے بعد اپنا بال اور ناخن نہ کاٹے، یہاں تک کہ قربانی کرلے۔"

اور جو افراد قربانی نہ کر رہے ہوں ان کے لیے بھی یہ اہتمام کرنا مستحب ہے۔

(2) قربانی کا حکم:

ہر خوش حال مسلمان جو قربانی کر سکتا ہو، اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من کان لہ سعۃ ولم یضح فلا یقربن مصلانا"۔ [سنن ابن ماجہ 3132، حسن]

"جو شخص گنجائش کے باوجود قربانی نہ کرے، وہ ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے۔"

(3) قربانی کا وقت:

قربانی کا وقت نمازِ عید کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اگر کسی نے نماز سے قبل قربانی کا جانور ذبح کر دیا تو اس کی قربانی نہیں ہوئی، اور اسے دوسرا جانور ذبح کرنا ہوگا۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من ذبح قبل الصلاة فإنما ذبح لنفسه، ومن ذبح بعد الصلاة فقد تم نسكه وأصاب سنة المسلمين"۔ [صحیح بخاری 5556، صحیح مسلم 1961]

"جس نے نماز سے قبل ذبح کیا تو اس نے اپنے لیے ذبح کیا، اور جس نے نماز کے بعد ذبح کیا تو اس نے اپنی قربانی پوری کر لی اور مسلمانوں کا طریقہ پا لیا۔"

(4) قربانی کے ایام:

قربانی کے ایام کے بارے میں سلف کی دو رائیں ہیں۔ایک کے مطابق 12ء ذی الحجہ تک اور دوسری رائے کے مطابق 13ء ذی الحجہ تک قربانی کر سکتے ہیں۔دوسری رائے قوی ہے،اس لیے کہ اس کی تائید حدیث نبوی ﷺ سے ہوتی ہے:

"وکل أیام التشریق ذبح"۔[مسند امام احمد 16751، صحیح]

"ایام تشریق کے تمام دن ذبح کے لیے ہیں۔"

البتہ پہلے دن یعنی 10ء ذی الحجہ کی قربانی افضل ہے۔

(5) قربانی کے جانور:

ڈاکٹر وہبہ زحیلی فرماتے ہیں:""مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو جانور قربانی میں ذبح کیے جا سکتے ہیں وہ آٹھ ہیں: بکرا بکری، بھیڑ (نر و مادہ)، اونٹ اونٹنی، گائے بیل۔" [التفسیر المنیر 23ء127]

(6) بھینس کی قربانی کا حکم:

چونکہ عرب اور بالخصوص حجاز میں بھینس کا وجود نہیں ہے، اس لیے قرآن وحدیث میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ غیر عرب علاقوں میں بھینس پائی جاتی ہے، اور علمائے لغت نے اسے گائے ہی کی ایک قسم قرار دیا ہے۔ اسی طرح زکوۃ کے سلسلے میں فقہاء نے بھینس کو گائے ہی کے حکم میں رکھا ہے۔

اس کی قربانی کے سلسلے میں اختلاف ہے، جواز اور عدمِ جواز دونوں کی رائیں پائی جاتی ہیں، احناف کے نزدیک اس کی قربانی جائز ہے، یہی رائے مناسب معلوم ہوتی ہے، کیونکہ اہلِ لغت نے اسے گائے ہی کی جنس سے قرار دیا ہے۔

قربانی کے جانور کی شرائط (7) :

قربانی کا جانور دو دانت والا ہونا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" صحیح مسلم]۔" لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً، إِلَّا أَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ، فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِنَ الضَّأْنِ 1963]

" قربانی صرف مسنۃ (دو دانت) والے ہی کی کرو، البتہ اگر مسنۃ نہ ہو تو بھیڑ کا جذعہ (ایک سالہ) قربان کر سکتے ہو۔"

قربانی کا جانور عیب دار یعنی لنگڑا، اندھا، کانا یا انتہائی لاغر نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

”أربع لا تجوز في الأضاحي: العوراء بين عورها، والمريضة بين مرضها، والعرجاء بين ظلعها، والكسير التي لا تنقي“۔[سنن ابوداود 2802، سنن ترمذی 1497، سنن نسائی 4369، سنن ابن ماجہ 3144، صحیح]

”چار طرح کے جانور قربانی میں جائز نہیں ہیں: ایسا کانا جانور جس کا کانا پن واضح ہو، اور ایسا بیمار جانور جس کی بیماری واضح ہو، اور ایسا لنگڑا جانور جس کا لنگڑا پن واضح ہو، اور انتہائی لاغر جانور۔“

ایک دوسری روایت میں حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

”أمرنا رسول اللہ ﷺ أن يستشرف العين والأذنين“۔[سنن ابوداود 2804، سنن ترمذی 1503، حسن]

”اللہ کے رسول ؐ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آنکھ اور دونوں کان اچھی طرح دیکھ لیں“۔

اسی طرح ”عضباء“ جانور کی ممانعت ہے، جس کی وضاحت حضرت سعید بن مسیبؒ نے یہ فرمائی کہ جس کا کان آدھا یا آدھے سے زیادہ کٹا ہوا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کان تھوڑا سا کٹا ہوا ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ایک روایت میں دو مزید جانوروں کی ممانعت ہے: ایک خارش والا جانور، اور دوسرا وہ جانور جس کا تھن کٹا ہوا ہو۔ گرچہ یہ حدیث اس سند سے ضعیف ہے، لیکن بہتر ہے کہ اس طرح کے عیب دار جانور کی قربانی سے پرہیز کیا جائے۔

ان عیوب کے علاوہ اگر کوئی معمولی نقص ہو تو کوئی حرج نہیں ہے، اسے قربان کیا جا سکتا ہے۔

قربانی کے جانور میں شرکت کا حکم (8):

قربانی کے جانور میں شرکت کی جا سکتی ہے۔ ایک اونٹ یا ایک گائے میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں:

"نحرنا مع رسول اللہ ﷺ عام الحدیبیة البدنة عن سبعة، والبقرة عن سبعة"۔ [صحیح مسلم 1318]

"ہم نے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ صلح حدیبیہ کے سال ایک اونٹ اور ایک گائے سات سات افراد کی جانب سے قربان کیا۔"

دوسری روایت میں یہ ہے کہ ایک اونٹ میں دس افراد، اور ایک گائے میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

"كنا مع رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم في سفر، فحضر الأضحى، فاشتركنا في البقرة سبعة، وفي البعير عشرة"۔[سنن ترمذی 1501، سنن نسائی 4392، سنن ابن ماجہ 3131، صحیح]

"ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر پہ تھے، عیدالاضحی کا موقع آگیا، تو ایک گائے میں سات افراد اور ایک اونٹ میں دس افراد شریک ہو گئے۔"

م بکری میں شرکت نہیں کی جاسکتی۔ایک بکری صرف ایک شخص اور اس کے اہلِ خانہ کی جانب سے کافی ہو گی۔حضرت ابوایوب انصاریؓ فرماتے ہیں :

"كان الرجل يضحي بالشاة عنه وعن أهل بيته"۔[سنن ترمذی 1505، سنن ابن ماجہ 3147، صحیح]

"عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک شخص ایک بکری اپنے اور اپنے اہلِ خانہ کی جانب سے قربان کرتا تھا۔"

اسی طرح گائے اور اونٹ کا ساتواں حصہ ایک شخص اور اس کے اہلِ خانہ کی جانب سے کافی ہو گا۔

:قربانی کے گوشت کو بیچنے کا حکم(9)

: قربانی کے گوشت اور کھال کو بیچنا یا قصاب کو بہ طورِ اجرت دینا جائز نہیں ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں

أمرني رسول اللهﷺ أن أقوم على بدنه، وأن أتصدق بلحمها وجلودها وأجلتها، وأن لا أعطي الجزار منها"۔[صحیح مسلم 1317، صحیح "
بخاری 1717]

اللہ کے رسولﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں آپؐ کے اونٹ کے پاس کھڑا رہوں، اور قربانی کے بعد اس کے گوشت، کھال اور اوجھ "
" کو صدقہ کردوں، اور قصاب کو اس میں سے (بہ طورِ اجرت) کچھ نہ دوں۔

:قربانی کا طریقہ (10)

:قربانی کرنے سے پہلے آلاتِ ذبح تیز کر لیے جائیں۔ پھر قربانی کے جانور کو قبلہ رخ بائیں پہلو لٹا کر یہ دعا پڑھی جائے

إِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفًا، وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَا شَرِيْكَ لَهٗ "
۔" وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ، وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ

[پھر ''بِسۡمِ اللہِ اَللہُ اَکۡبَرُ'' کہہ کر ذبح کرے۔[سنن ابو داود 2795، سنن ابن ماجہ 3121، حسن

ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے:

۔'' اَللّٰھُمَّ ھٰذَا مِنۡکَ وَلَکَ، اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلۡ مِنِّیۡ کَمَا تَقَبَّلۡتَ مِنۡ حَبِیۡبِکَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِیۡلِکَ اِبۡرَاھِیۡمَ عَلَیۡھِمَا الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ ''

اگر کسی اور کی طرف سے قربانی کی جارہی ہو تو ''مِنِّیۡ'' کے بجائے ''مِنۡ'' کے بعد اس کا نام لیا جائے۔اگر ایک شخص کا نام ہو تو ایک اور اگر ایک سے زائد ہوں تو ان سب کا الگ الگ نام لے۔

اپنی قربانی کا جانور خود ذبح کرنا بہتر ہے،اور اگر کسی وجہ ذبح نہ کر سکے تو کم از کم اس کے پاس کھڑا رہے۔

(11) خواتین کی قربانی کا حکم:

مردوں کی طرح خواتین بھی قربانی کر سکتی ہیں۔نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر امہات المومنینؓ کی جانب سے ایک گائے قربان کی۔[صحیح بخاری 5548]

خواتین بذات خود اپنے ہاتھ سے بھی قربانی کر سکتی ہیں۔ حضرت ابو موسی اشعریؓ نے اپنی بیٹیوں کو حکم دیا تھا کہ وہ خود اپنے ہاتھ سے قربانی کریں۔[صحیح بخاری تعلیقاً، باب من ذبح ضحیۃ غیرہ]اسی طرح دوسرے کو ذبح کے لیے وکیل بھی بنایا جاسکتا ہے۔

:میت کی جانب سے قربانی کرنا(12)

میت کی طرف سے بھی قربانی کی جاسکتی ہے،البتہ اپنی طرف سے قربانی کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں :

میت کی جانب سے قربانی کرنا جائز ہے، جس طرح سے اس کی جانب سے حج کرنا، غلام آزاد کرنا اور صدقہ کرنا جائز ہے۔" [مجموع" فتاوی : 24،315]

:حضرت جابرؓ کی حدیث میں ہے کہ

اللہ کے رسول ﷺ نے ایک مینڈھے کی قربانی کی اور یہ دعا پڑھی: بسم اللہ واللہ أکبر، اللھم إن ھذا عني وعمن لم یضح من أمتي"۔" [[سنن ابوداود 2810، سنن ترمذی 1521، صحیح

اللہ کے نام سے،اور اللہ سب سے بڑا ہے۔اے اللہ! یہ میری جانب سے ہے اور میری امت میں جس نے قربانی نہیں کی اس کی" ۔"جانب سے

علماء نے اس حدیث سے میت کی جانب سے قربانی کرنے کا جواز مستنبط کیا ہے، کیونکہ آپؐ کی امت کے بہت سے افراد وفات پا چکے تھے اور آپؐ نے ان کی جانب سے قربانی کی۔